عقیدۂ رجعت قرآن، حدیث اور عقل کی روشنی میں

BELIEF IN RESTITUTION - IN THE LIGHT OF HOLY QURAN, SUNNAH & REASON

Syed Aqeel Haider Zaidi

ABSTRACT

Some Muslims believe in Restitution (*raj'ah*; lit. to return), which has been a point of debate and discussion for long. Based on religious teachings and rational arguments, an attempt has been made in this article to argue for the possibility and occurrence of Restitution in the light of historical evidences within the context of its etymology, its historical background, and questions related to it. While referring to various Quranic verse, those interpretative narrations which prove the occurrence of Restitution have also been analyzed in this article. Such narrations, which independently explain the belief, are the central focus of this article. In the end, this article examines whether this belief is contrary to the teachings of the *Quran* and the Tradition, hence fabricated, or is based on facts.

Key Words: Restitution, Returning, the Days of God, *Imam Mahdi*.

خلاصہ

بعض مسلمان فرقوں کے ہاں ''رجعت '' کا عقیدہ پایا جاتا ہے جو عرصۂ دراز سے موردِ بحث و مباحثہ رہا ہے۔ اس مقالے میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ رجعت کے معنی کی جانچ پڑتال، اس عقیدہ کے تاریخی پس منظر، اس کے حوالے سے ذہن میں اُبھرنے والے سوالات اور تاریخی قرائن و شواہد سے استفادہ کرتے ہوئے دینی تعلیمات اور عقلی دلائل کی اساس پر رجعت کے امکان اور تحقق پر استدلال کیا جائے۔ اس مقالہ میں قرآنِ کریم کی متعدّد آیات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان تفسیری روایات کا جائزہ لیا گیا ہے جو رجعت کے تحقق کی خبر دیتی ہیں۔ اسی طرح ان روایات کا بھی پوری دقّت کے ساتھ جائزہ لیا گاہے جو بطورِ مستقل اس عقیدے کو بیان کرتی اور مقالے ہذا کی مباحث کا اصلی محور ہیں۔ مقالہ کے آخر میں اس امر کا بغور جائزہ لیا گیا ہے کہ آیا یہ عقیدہ، قرآن و سنّتِ کی تعلیمات کے برخلاف اور ایک مَن گھڑت افسانہ ہے یا حقیقت پر مبنی عقیدہ؟

کلیدی کلمات: رجعت، بازگشت، ایّامُ اللہ، امام مہدیؑ۔

تعارف

"رجعت"، مرنے کے بعد دوبارہ اسی دنیا میں لوٹ آنے سے عبارت ہے اور یہ عقیدہ رکھنا کہ چند مخصوص لوگ مرنے کے بعد اسی دنیا میں واپس لوٹ آئیں گے، رجعت کا عقیدہ کہلاتا ہے۔ اس موضوع کے تعارف کے حوالے سے یہی کافی ہے کہ یہ عقیدہ عرصۂ دراز سے مورد بحث و مناقشہ رہا ہے۔ بعض مسلمان مصنفین نے "رجعت" کو ناممکن قرار دیتے ہوئے، اس بارے میں شبہات بیان کئے ہیں اور اسے غیر اسلامی اور مَن گھڑت افسانہ شمار کیا ہے۔ ابنِ منظور، ابنِ اثیر کی پیروی میں لکھتا ہے: ''رجعت زمانۂ جاہلیت میں عربوں کی ایک قوم کا مذہب تھا، جو عربوں کے نزدیک معروف و مشہور تھی اور مسلمانوں کے فرقوں میں سے ایک گروہ کا مذہب ہے۔ جو اہلِ بدعت ہیں، وہ یہ (عقیدہ رکھتے ہوئے) کہتے ہیں کہ مرنے والا دنیا میں دوبارہ لَوٹ آئے گا اور دنیا میں اسی طرح زندگی گزارے گا جیسے پہلے تھا اور ان میں سے منجملہ رافضیوں کا ایک گروہ ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ علی ابن ابی طالب علیہما السلام بادلوں میں مستقر ہیں، پس وہ اپنے فرزند کے ساتھ باہر نہیں نکلیں گے یہاں تک کہ منادی آسمان سے ندا دے گا کہ فلاں کے ساتھ (بادلوں سے) نکل آؤ۔''[1] دوسری طرف، علّامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ: ''چالیس سے زائد علماء اور بزرگوں نے کہ جن میں سے بعض صحابہ اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے قریبی افراد تھے، ''عقیدۂ رجعت'' کے بارے میں اور اس کے اثبات میں مستقل کتابیں تحریر کی ہیں یا یہ کہ اپنی اعتقادی کتابوں کے ایک حصّے کو اس عقیدے کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔''[2] ان متصادم اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عقیدہ پر تحقیق کی گنجائش باقی اور اس کا تنقیدی جائزہ لینا بہت ضروری ہے۔ اس مقالے میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ آیاتِ قرآن، روایاتِ معصومین علیہم السلام اور نیز شواہد اور قرائنِ عقلی سے استفادہ کرتے ہوئے، ''عقیدۂ رجعت'' کے بارے میں تحقیق کی جائے اور صحیح و درست نظریے کا انتخاب کیا جائے۔

رجعت کا معنی

اس عقیدہ کا تحقیقی جائزہ لینے کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے "رجعت" کے معنی و مفہوم کو اجاگر کیا جائے۔ لغوی اعتبار سے قرآنِ کریم، احادیث اور اصولِ عقائد کی کتابوں میں ''رجعت، کرّہ، ردّ اور حشر'' کے الفاظ، سب بازگشت اور پلٹنے کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں، لیکن ان تمام الفاظ میں سے لفظِ رجعت سب سے زیادہ مشہور ہے۔ فراہیدی کے بقول: ''رجعت، مرد کا طلاق کے بعد اپنی زوجہ کی طرف پلٹنا ہے اور ایک قوم معتقد ہے کہ رجعت (مرنے کے بعد) روزِ قیامت سے پہلے دنیا کی طرف لوٹنا ہے۔''[3] اسی طرح فخر الدین طریحیؒ بیان کرتے ہیں کہ: ''رجعت (حرفِ را کے فتحہ کے ساتھ) موت کے بعد حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کے وقت ایک بار (دوبارہ) پلٹنے کے معنی میں ہے اور یہ (عقیدہ) مذہبِ امامیہ کی جملہ ضروریاتِ مذہب میں سے ہے اور آیاتِ قرآن و احادیثِ

اہل بیت علیہم السلام سے اس پر متعدّد شواہد دلالت کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ فرمایا گیا ہے کہ جو شخص رجعت و بازگشت کا عقیدہ اور نکاح موقّت (جو شریعت اسلام کی رُو سے جائز قرار دیا گیا تھا) کا اقرار نہیں کرتا، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"[4]
شیخ مفیدؒ نے رجعت کی جو تعریف بیان کی ہے وہ کامل تر اور اصطلاح رجعت کو تمام جوانب سے نمایاں کرنے والی ہے۔ ان کے بقول: "خداوند متعال اموات کے کچھ گروہ ان کی گزشتہ صورتوں میں دنیا میں پلٹائے گا، ان میں سے کچھ کو عزّت دے گا اور کچھ کو ذلیل و خوار کرے گا، اہل حق کو اہل باطل پر نصرت و کامرانی عطا کرے گا اور مظلوموں کو ظالمین پر غلبہ دے گا اور یہ سب کچھ مہدی آل محمد علیہم السلام کے ظہور کے وقت ہو گا۔"[5] شیخ مفیدؒ نے اس تعریف میں "رجعت" کے بارے میں پانچ اہم نکات کی طرف اشارہ کیا ہے:

1. رجعت بازگشت اور لَوٹنا ہے، نہ صرف زندہ ہونا، اس لیے گزشتہ اُمّتوں کے درمیان زندہ ہونے والے مُردوں کے لیے رجعت نہیں کہا جاتا۔
2. یہ بازگشت، اموات کے کچھ گروہ کے ساتھ مخصوص ہے۔
3. یہ بازگشت اسی دُنیوی صورت اور خواصّ کے ساتھ ہو گی۔
4. اس بازگشت کا فلسفہ و ہدف ایک گروہ کو عزّت دینا اور دوسرے گروہ کو ذلّت و رسوائی سے روبرو کرنا اور حق و باطل کے درمیان جدائی ڈالنا اور ظالم سے مظلوم کا حق لینا ہے۔
5. اس بازگشت کا زمانہ حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کا وقت ہے۔

بنابریں، رجعت اصطلاح میں مُردوں کے چند گروہوں کا اس جہاں میں حضرت مہدی علیہ السلام کے عالمی قیام کے ہم زمان بازگشت کرنا ہے اور طبیعتاً اس گروہ کا بازگشت کرنا، روز قیامت سے پہلے ہو گا۔ اس لیے رجعت کبھی تو قیامت سے قبل کے واقعات میں سے شمار کی جاتی ہے اور کبھی حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور سے مربوط حوادث کے زمرے میں اِسے ذکر کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ "عقیدۂ رجعت" شیعہ نکتۂ نظر سے دونوں مذکورہ موضوعات (قیامت و ظہور حضرت مہدیؑ) کے علاوہ ایک مستقل موضوع ہے، اگرچہ ان تینوں موضوعات میں زمانی تعلّق اور ارتباط موجود ہے۔

تاریخی پس منظر

تاریخی لحاظ سے یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ موجود روایات کے مطابق، رجعت اُن اعتقادی مفاہیم میں سے ایک ہے جو خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں لوگوں کی زبان پر تھے اور آنحضرتؐ نے ایک حدیث میں اسے "خروج" کے عنوان سے تعبیر کیا ہے۔ علّامہ مجلسیؒ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک دن

حضرت رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر المومنین علی علیہ السلام کے پاس آئے، جبکہ وہ مسجد میں سوئے ہوئے تھے اور انہوں نے ریت کو اکٹھا کرکے سرہانے کے طور پر سر کے نیچے جمع کیا ہوا تھا، پیغمبرؐ نے پاؤں سے اُنہیں ہلایا اور فرمایا: ''اے دابۃُ اللہ (زمین پر چلنے والی خدا کی مخلوق) اُٹھ جاؤ!'' اصحاب میں سے ایک نے عرض کیا: اے رسولِ خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! کیا ہمیں اجازت ہے کہ ہم بھی اس نام کو دوسروں کے لیے استعمال کریں؟آنحضرتؐ نے فرمایا: ''ہر گز نہیں، خدا کی قسم! کہ یہ مخصوص اس (علیؑ) کا نام ہے اور وہ وہی ''دابۃ'' (چلنے والی مخلوق) ہیں، جس کے بارے میں خداوند متعال نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: ''وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ'' (82:27) ترجمہ؛''اور جب ان پر وعدہ پورا ہو گا تو ہم زمین سے ایک چلنے والا نکال کر کھڑا کر دیں گے جو ان سے یہ بات کرے کہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے۔'' پھر آنحضرتؐ فرماتے ہیں: ''اے علیؑ! جب آخر الزمان آ جائے گا تو خداوند متعال تمہیں بہترین شکل میں زمین سے نکالے گا، جبکہ تمہارے ساتھ ایک عصا ہو گا جس کے ذریعے تم اپنے دشمنوں کو مشخّص و معیّن کروگے۔''[6] یہ روایت جو سند کے لحاظ سے بھی صحیح اور مستند ہے اور علّامہ نے اسے تفسیر قمی سے نقل کیا ہے، اطمینان کے ساتھ یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کی آخر زمانے میں بازگشت کو زمین سے خارج ہونے سے تعبیر کیا ہے اور یہ وہی مفہومِ رجعت ہے۔

عقیدۂ رجعت کی اہمیت

اسلامی روایات میں عقیدۂ رجعت ایک خاص مقام و منزلت کا حامل ہے، یہاں تک کہ بعض روایات میں، رجعت کا دن، "ایام اللہ" (الٰہی دنوں) میں سے ایک دن قرار دیا گیا ہے۔ یعنی یہ ایک ایسا دن ہے جس دن خداوند تعالیٰ کی عظمت و قدرت جلوہ نما ہو گی۔ اس حوالے سے امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والدِ گرامی امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: ''أَيّامُ اللهِ ثلاثةٌ: يومَ يقومُ القائمُ ويومُ الكَرَّةِ ويومُ القيامة''[7] یعنی: ''خداوند متعال کے تین دن ہیں: وہ دن جب قائم آل محمد علیہ السلام قیام فرمائیں گے، رجعت کا دن اور قیامت کا دن۔'' علّامہ طباطبائیؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد، وضاحت کرتے ہیں کہ اس روایت سے مقصود ''ایّامُ اللہ'' کے بعض روشن اور واضح مصادیق کو معیّن کرنا ہے، نہ یہ کہ ''ایّامُ اللہ'' انہیں تین دنوں میں منحصر ہوں، اس لیے مرنے کے دن اور الٰہی نعمتوں و رحمتوں کے ظاہر ہونے کے دن کو بھی جملہ ''ایّامُ اللہ'' میں شمار کرتے ہیں۔[8] نیز امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ''مَن أَقرّ بسبعة أَشياءَ فهو مُؤمنٌ (و ذكر منها) الإيمان بالرّجعة ''[9] یعنی: ''جو کوئی سات چیزوں کا اقرار کرتا ہو وہ مومن ہے اور ان میں سے ایک رجعت (بازگشت) پر ایمان رکھنا ہے۔'' مرحوم عبد اللہ شُبّرؒ نیز تحریر کرتے

ہیں: ''اصلِ رجعت حق ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے اور اس پر اعتقاد و ایمان نہ رکھنا، مومنین اور شیعوں کے زُمرے سے خارج ہونے کا موجب ہے۔'' مزید بیان کرتے ہیں کہ ''رجعت پر ایمان کلی طور پر واجب اور ضروری ہے۔''[10]

رجعت کی مختلف تفاسیر

اگرچہ امامیہ کی قریب باتفاق اکثریت، رجعت سے وہی معنی و مطلب اخذ کرتی ہے جو اس کی اصطلاحی تعریف کے ضمن میں بیان ہوا ہے، لیکن بعض ایسے افراد بھی موجود ہیں جو ''رجعت'' کی دوسری تفسیریں پیش کرتے ہیں:

1۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ رجعت سے مقصود حکومتِ اسلامی کا حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کے ساتھ اہل بیت علیہم السلام کی طرف لَوٹنا ہے اور وہ اُن تمام روایات کو جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں، اسی معنی میں تاویل کرتے ہیں اور سر کردہ اشخاص کی بازگشت اور مُردوں کے زندہ ہونے کے قائل نہیں ہیں۔[11] علّامہ مظفرؒ بھی رجعت کی اس تفسر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''امامیہ کی اکثریت، رجعت سے خود سر کردہ اشخاص کے بازگشت کرنے اور مُردوں کے زندہ ہونے کے معنی کی ہی قائل ہے، سوائے امامیہ کے کچھ افراد کے جو رجعت کو ظہور امامِ مہدی علیہ السلام کے وقت حکومتِ اہل بیت علیہم السلام کی بازگشت، سے تاویل کرتے ہیں، بغیر اس کے کہ خود سر کردہ اشخاص کے لَوٹنے اور بازگشت کرنے اور مُردوں کے زندہ ہونے کے قائل ہوں۔''[12]

2۔ بعض یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خداوند متعال خود حضرتِ مہدی علیہ السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح دنیا سے لے جانے کے بعد دوبارہ دنیا میں پلٹائے گا تاکہ ایک مدّت تک زمین میں رہیں۔ اُن کی دلیل و مستند ایک ایسی روایت ہے جو شیخ طوسیؒ کی کتاب ''الغیبۃ'' میں ذکر ہوئی ہے: ''إِنَّ الإمامَ يَمُوتُ ثُمّ يَعِيْشُ أو يُقْتَل ثُمّ يَعيش''[13] یعنی: ''امامؑ مر جائیں گے اور پھر زندہ ہوں گے یا قتل کر دیئے جائیں گے اور پھر دوبارہ زندہ ہوں گے۔''

3۔ امامیہ کی قریب باتفاق اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ خداوند متعال اموات اور مُردوں کے چند گروہوں کو، جو ایمان کے عالی ترین درجات یا فساد کے پست ترین درجات رکھتے تھے، حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کے وقت، ان کو اُن کی ہی صورتوں میں دنیا میں پلٹائے گا، تاکہ ایک گروہ کو عزّت اور دوسرے گروہ کو ذلّت و رسوائی سے رُوبرو کرے، حق کو باطل سے جدا اور مظلوم کے حق کو ظالم سے دلوائے۔

رجعت اور قیامت میں فرق

اس لحاظ سے کہ "رجعت" کا معنی مومنین اور کافرین کے کچھ افراد کا زندہ ہونا ہے، تاکہ اپنے اعمال کی جزاء و سزا تک پہنچ جائیں، ممکن ہے کہ بعض یہ گمان کریں کہ رجعت، قیامت کے حوادث ہی کا ایک حصّہ ہے، اس لیے ضروری و مناسب ہے کہ اِن دونوں کے فرق کو کامل طور پر واضح کیا جائے:

1۔ رجعت اس مادّی جہان میں، انہیں مشخّصات اور عوارض کے ساتھ انجام پائے گی، جبکہ قیامت اُس معنوی جہان میں تحقّق پذیر ہو گی، جس میں مادّی عوارض کی کوئی خبر ہی نہیں ہے۔

2۔ رجعت خالص مومنین اور خالص کافرین کے ساتھ مخصوص ہے، جبکہ قیامت میں تمام مخلوقات حساب و کتاب کے لیے محشور ہوں گی۔

3۔ رجعت کے زمانے میں دنیا کی طرف بازگشت کرنے والے دوبارہ مر جائیں گے یا قتل کر دیئے جائیں گے، لیکن قیامت میں موت کا کوئی تصوّر نہیں ہے، کیونکہ وہ جاودانگی اور ہمیشگی کی زندگی ہے۔

رجعت کا فلسفہ

آیاتِ قرآنی اور روایاتِ معصومین علیہم السلام سے رجعت کے چند اہداف قابلِ استفادہ ہیں:

1۔ رجعت عمومی جنبہ نہیں رکھتی، بلکہ خالص مومنین اور خالص کافرین کے ساتھ مخصوص ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "إِنَّ الرَّجعةَ لَیستُ بعامَّةٍ وهیَ خاصَّةٌ لَا یَرجِعُ إِلّا من مَحض الإِیمان محضاً أو محض الشرك محضاً"[14] اسی بنا پر مومنینِ خالص کا وہ گروہ جو اپنی زندگی کے معنوی تکامل و پیشرفت کے راستے میں موانع اور رکاوٹوں کا شکار ہو گئے اور ان کا تکامل ناتمام رہ گیا، حکمتِ الٰہی یہ تقاضا کرتی ہے کہ وہ اِس جہاں میں دوبارہ لَوٹنے کے ساتھ، اپنے تکاملی سفر کو آگے بڑھائیں اور حق و عدالت کی عالمی حکومت کے شاہد اور ناظر بن جائیں، نیز اسی طرح ہٹ دھرم منافقین اور ظالمین کا گروہ، قیامت کے دن اپنے مخصوص انجام سے پہلے، فراعنہ اور دوسری سرکش اقوام جیسے: عاد، ثمود اور لوط کی قوموں کی طرح، جنہوں نے اسی جہاں میں سخت عذاب کا سامنا کیا، یہ بھی شدید دُنیوی عذاب میں مبتلا ہوں اور اس کا واحد راستہ "رجعت" ہے۔

2۔ دینی متون (آیات و روایات) سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ قیامت سے پہلے، دینِ اسلام تمام ادیان اور مکاتبِ بشری پر کامل غلبہ اور تسلُّط حاصل کر لے گا اور انسانی مواعظ سے تھکے ماندہ لوگ، معرفتِ الٰہی کے خالص اور خوشگوار چشمے سے سیراب ہوں گے۔ کرۂ زمین کی اجتماعی اور سیاسی قیادت اور حاکمیت حضرت مہدی علیہ السلام کی

رہبری میں مسلمانوں کے ہاتھ میں چلی جائے گی، اسی بنیاد پر رجعت کا فلسفہ، دینِ اسلام کی نصرت ومدد اور پورے روئے زمین پر وسیع دینی حکومت کی تشکیل میں مدد فراہم کرنا ہے۔

چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام اس آیت شریفہ: ''هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ'' (9:33) ترجمہ؛ ''وہ ذات جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب بنائے، چاہے مشرکین کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''يُظهِرُه اللهُ عَزّوجَلّ في الرَّجعةِ''[15]؛ ''خداوند رجعت کی صورت میں دینِ حق کو دوسرے ادیان پر غلبہ و برتری عطا کرے گا۔'' سید مرتضیؒ رجعت کا ہدف و فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''شیعہ امامیہ کا مذہب یہ ہے کہ خداوند متعال امام زمانہ حضرتِ مہدی علیہ السلام کے ظہور کے وقت، شیعوں میں سے اُن لوگوں کے گروہ کو جو اس سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے، دوبارہ پلٹائے گا، تاکہ وہ حضرتِ مہدی علیہ السلام کی نصرت کے ثواب، ان کی معرفت اور اُن کی عالمی حکومت کے مشاہدے کے درجہ پر فائز ہوں اور اسی طرح اُن حضرتؑ کے ہٹ دھرم اور ضدّی دشمنوں کے گروہ کو بھی پلٹائے گا، تاکہ آپؑ اُن سے انتقام لیں۔ پس شیعہ حق کے ظاہر ہونے اور اہلِ حق کا کلمہ بلند ہونے کا مشاہدہ کرکے لذّت و سرور محسوس کریں گے۔''[16]

رجعت کی خصوصیات

دینی متون سے رجعت کی چند خصوصیات بیان کی جاسکتی ہیں:

1۔ رجعت کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کے وقت اشخاص اپنی اسی مادّی (دُنیوی) صورت میں دنیا کے طرف پلٹائے جائیں گے۔

2۔ رجعت کی دوسری خصوصیت، خالص مومنین کے لیے اس کا اختیاری اور مشرکین و ملحدین (منکرین خداوند) کے کچھ افراد کے لیے اس کا اجباری ہونا ہے، جیسا کہ مفضّل ابن عمر، امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت قائم علیہ السلام اور اپنے اُن بعض اصحاب و ساتھیوں کے بارے میں، جو حضرتؑ کے ظہور کے منتظر تھے اور مر گئے، گفتگو کی تو ہم سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''جب وہ (ظہور فرمائیں گے اور) قیام کریں گے تو (اللہ کے فرشتے) صاحبِ ایمان شخص کی قبر پر آئیں گے اور اُس سے کہیں گے، تمہارے مولی اور صاحب نے ظہور کر لیا ہے، اگر چاہتے ہو ان کے ساتھ ملحق ہو جاؤ، تو ملحق ہو جاؤ اور اگر چاہتے ہو اپنے پروردگار کی کرامت میں باقی رہو تو ٹھہرے رہو۔''[17]

3۔ رجعت کی تیسری خصوصیت، اس کے زمانے کا غیرِ معیّن ہونا ہے، جیسا کہ حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کا زمانہ بھی معلوم نہیں ہے۔ علّامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں: جس وقت رسولِ خداﷺ لوگوں کو رجعت کے واقعات کی نسبت آگاہ فرما رہے تھے، تو اصحاب نے عرض کیا: رجعت کس زمانے میں وقوع پذیر ہو گی؟ تو اُس وقت خداوند متعال نے اپنے پیغمبرؐ پر وحی نازل فرمائی: ''آپؐ کہہ دیجئے کہ مجھے نہیں معلوم کہ وہ وعدہ قریب ہی ہے یا ابھی خدا کوئی اور مدّت بھی قرار دے گا۔'' (25:72)

رجعت عقل کی رو سے

عقل کی رو سے رجعت کا امکان ایک مسلمہ امر ہے۔ کیونکہ مسئلہ رجعت اور دنیا کی طرف بازگشت، قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے کے ساتھ، مکمل طور پر مشابہت رکھتا ہے اور یہ دونوں مکمل یکسانیت رکھتے ہیں، البتہ اِس فرق کے ساتھ کہ رجعت محدود اور قیامت سے پہلے وقوع پذیر ہو گی، جبکہ قیامت میں تمام انسان محشور ہوں گے اور اپنی اُخروی زندگی کا آغاز کریں گے۔ بنابریں، جو لوگ قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے کے امکان کو قبول کر چکے ہیں، چاہیے کہ رجعت، یعنی اسی مادّی جہان میں دوبارہ زندہ کئے جانے کے امکان کو بھی قبول کریں۔ قیامت ایک مسلمان کی نظر میں قرآنی و حدیثی تعلیمات کی رُو سے، جسمانی اور عنصری ہے، یعنی انسان کی روح اسی مادّی بدن میں عود کرے گی۔ پس اگر اس طرح کی بازگشت عالمِ قیامت میں کسی بھی اشکال کے بغیر ہے، تو طبیعتاً روح کی اسی مادّی بدن کی طرف بازگشت، قیامت سے پہلے اسی مادّی جہان میں بھی کسی مانع کے بغیر ہو سکتی ہے۔

رجعت کے نمونے

جہاں رجعت کے عقلی امکان میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے وہاں سابقہ اقوام میں رجعت کے بعض عملی نمونوں کے تحقق پر قرآن کی گواہی موجود ہے۔ ذیل میں ہم قرآن کریم میں مُردوں کے زندہ ہونے کے چند نمونے پیش کرتے ہیں:

1۔ قرآنِ کریم ایک پیغمبرِ خداؑ کے بارے میں، جن کا گزر ایک ایسے گاؤں کے پاس سے ہوا جس کے در و دیوار منہدم ہو چکے تھے اور کھنڈرات کے درمیان وہاں کے رہنے والوں کی ہڈیاں اور ڈھانچے بکھرے پڑے تھے، بیان کرتا ہے کہ انہوں نے خود سے پوچھا: ''خداوند متعال کس طرح ان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا؟'' خداوند متعال نے انہیں سو سال کے لیے موت دے دی، پھر زندہ کیا اور پوچھا: ''کتنے عرصہ اسی طرح (سوئے) رہے؟ انہوں نے عرض کیا: ایک دن یا اس کا کچھ حصّہ! فرمایا: نہیں! بلکہ سو سال تم پر اسی طرح گزر گئے ہیں...'' (259:2)

2۔ خداوند متعال قرآنِ کریم کے ایک اور مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کے ایک گروہ کی داستان کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ وہ لوگ خداوند کے دیدار کے خواہشمند تھے اور اُن کی یہ نامناسب خواہش، اُن پر عذابِ الٰہی نازل ہونے اور اُن کی موت کا سبب بن گئی، لیکن خداوند متعال نے اُن کو دوبارہ زندگی عطا فرمائی۔ (56-56:2)

اگرچہ بیضاوی اِس آیت میں "بعث" کے کلمہ کو "موت" کے ساتھ مقیّد کرنے کو اس چیز کی علامت قرار دیتا ہے کہ کبھی انسان بیہوشی یا نیند کے بعد بیدار ہو جاتا ہے۔[18] لیکن اہل سنّت کے دوسرے مشہور و معروف مفسرین جیسے زمخشری[19]، محمد ابن جریر طبری[20]، جلال الدین سیوطی[21]، ابنِ کثیر[22] اور فخر رازی[23] سب اقرار کرتے ہیں کہ وہ لوگ آسمانی بجلی گرجنے سے مر گئے تھے اور حتیٰ کہ بعض قائل ہیں کہ ان کی یہ موت ایک شب و روز تک جاری رہی اور پھر خداوند متعال نے اُن کو دوبارہ زندہ کیا اور انہوں نے اپنی زندگی گزاری۔

3۔ قرآنِ کریم ایک اور شخص کے قصّے کی طرف اشارہ کرتا ہے جو اپنے ہی قریبی رشتہ داروں کے ہاتھوں مخفیانہ طور پر قتل کر دیا گیا اور اُس کے قاتلوں نے ایک دوسرے قبیلے کے فرد پر اُس کے قتل کا الزام لگا دیا۔ خداوند متعال نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ ایک مادہ گائے کو ذبح کریں اور اس کا ایک حصّہ مقتول کے بدن پر لگائیں تاکہ مقتول زندہ ہو اور اپنے قاتل کی شناخت اور پہچان کروائے: "اور یاد کرو جب تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا اور اس کے قاتل کے بارے میں جھگڑنے لگے، جبکہ خدا اس راز کا واضح کرنے والا ہے جسے تم چھپا رہے تھے۔ تو ہم نے کہا کہ مقتول کو گائے کے ٹکڑے سے مس کردو (تاکہ وہ زندہ ہو اور اپنے قاتل کی پہچان کروائے)، خدا اسی طرح مُردوں کو زندہ کرتا اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھلاتا ہے شاید کہ تمہیں عقل آ جائے۔" (73-72:2)

ان تین موارد کے علاوہ، دوسرے بہت سے موارد، جیسے: اصحابِ کہف کے زندہ ہونے کا واقعہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چار پرندوں کو زندہ کرنے کی داستان بھی رجعت کے مسئلے میں قابلِ ملاحظہ ہیں۔ رجعت کے امکان کی بہت سی دلیلیں، اِس کے واقع ہونے اور نیز اس بارے میں روایات کی تفصیل کے ساتھ تحقیق اور جانچ پڑتال مرحوم شیخ حرّ عاملیؒ[24] اور فضل ابن شاذان نیشاپوری[25] نے انجام دی ہے۔

عقیدۂ رجعت قرآن کی نظر سے

ہم ذیل میں ان قرآنی آیات کا جائزہ لیں گے جن سے رجعت کے عقیدہ کے اثبات میں استدلال کیا جاتا ہے:

1۔ دابّۃُ الارض کی آیت

وہ آیات جو رجعت پر دلالت کرتی ہیں ان میں اہم ترین آیت، سورہ مبارکہ النمل کی آیت 82 ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ..." (82:27) ترجمہ: "اور جب ان

پر وعدہ پورا ہو گا تو ہم زمین سے ایک چلنے والا نکال کر کھڑا کر دیں گے جو اُن سے یہ بات کرے کہ کون لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے اور اُس دن ہم ہر اُمّت میں سے ایسے گروہ کو محشور کریں گے جو ہماری آیتوں کی تکذیب کیا کرتے تھے اور پھر وہ الگ الگ تقسیم کر دیئے جائیں گے۔" یہ آیت اُن مشہور ترین آیات میں سے ایک ہے کہ تفاسیر منقول و غیر منقول کے مطابق اِس آیت میں، "وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجاً" سے مقصود، رجعت کا دن ہے۔[26] نیز اسی طرح شیعوں کی اکثر تفاسیرِ منقول، امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ روایت نقل کرتی ہیں کہ پیغمبرِ گرامی اسلام ﷺ نے فرمایا: "دابۃُ الارض" سے مقصود حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

مفسّرِ بزرگوار مرحوم سید ہاشم بحرانیؒ امام جعفر صادق علیہ السلام سے بہت سی روایات نقل کرنے کے ضمن میں نقل کرتے ہیں: "ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اہل سنّت یہ خیال کرتے ہیں کہ "وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجاً" ترجمہ: "وہ دن جب ہم ہر اُمّت سے ایک گروہ کو محشور کریں گے" سے مقصود روزِ قیامت ہے! امامؑ نے فرمایا: کیا قیامت کے دن ہر اُمّت سے ایک گروہ کو محشور کیا جائے گا اور باقی افراد کو چھوڑ دیا جائے گا؟! نہیں! ایسا نہیں ہے، بلکہ یہ آیت روزِ رجعت کے بارے میں ہے اور قیامت کے بارے میں ایک دوسری آیت ہے، جس میں خداوند متعال فرماتا ہے: "وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَداً" (47:18) ترجمہ: "اور ہم اُن سب (انسانوں) کو محشور کریں گے اور اُن میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔"[27]

مرحوم شیخ طبرسیؒ اس روایت کو بیان کرنے کے ضمن میں کہ "دابۃُ الارض" سے مقصود حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہیں، فرماتے ہیں: "خاندانِ وحی و رسالت کے مذہب کے پیروکاروں کا یہ عقیدہ ہے کہ آیتِ شریفہ: "وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجاً" اصلِ رجعت کو بیان کرتی ہے اور انہوں نے رجعت کو ثابت کرنے کے لیے اِس آیت سے استدلال کیا ہے ...، اس کے علاوہ بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں کہ خداوند متعال حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کے وقت لوگوں کے اُن گروہوں کو جو دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں، (دوبارہ) زندہ کرے گا۔[28]

علّامہ طباطبائیؒ اس آیت کی تفسیری بحث میں لکھتے ہیں: "قرآنِ کریم کی آیاتِ میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہے جو اِس آیت کی تفسیر کر سکتی ہو اور بیان کرے کہ یہ چلنے والی مخلوق، جس کو خداوند متعال عنقریب زمین سے خارج کرے گا، کیا ہے؟ اور کن خصوصیات کی مالک ہے؟ اس کی صفات و علامات کیا ہیں؟ اور لوگوں سے کس طرح کلام کرے گی؟ کیسے زمین سے باہر آئے گی...؟ بلکہ آیت کا سیاق اس بات پر بہترین دلیل ہے کہ یہاں مقصود مبہم گوئی ہے اور مذکورہ جملہ قرآن کے رموز اور اسرار آمیز کلمات میں سے ہے۔" تاہم علامہؒ نے روائی بحث میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت کی بنیاد پر "دابۃُ الارض" سے مقصود حضرت علی علیہ السلام ہی کو قرار دیا ہے۔ اسی طرح علّامہ

نے ''وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجاً'' کے ذیل میں بعض مفسّرین کے اس قول کو کہ یہاں "یوم" سے مراد ''روزِ قیامت'' ہے، ردّ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ''آیت کے ظاہر سے واضح ہے کہ اُس دن کا محشور ہونا، روزِ قیامت کے محشور ہونے کے علاوہ ہے؛ کیونکہ روزِ قیامت میں محشور ہونا، ہر اُمّت سے ایک گروہ کے ساتھ اختصاص نہیں رکھتا، بلکہ تمام اُمّتیں اُس دن محشور ہوں گی، حتیٰ کہ آیت ''وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَداً'' کے مطابق ایک نفر بھی نہیں چھوٹے گا، جبکہ اس آیت میں فرماتا ہے: ''ہم ہر اُمّت سے ایک گروہ کو محشور کریں گے۔''[29]

2۔ نصر الرسل کی آیت

وہ آیات جو رجعت پر دلالت کرتی ہیں ان میں دوسری آیت، سورہ مبارکہ غافر کی آیت 51 ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ'' (51:40) ترجمہ: ''بے شک ہم اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی دُنیوی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس دن بھی مدد کریں گے جب سارے گواہ اُٹھ کھڑے ہوں گے۔'' مرحوم فیض کاشانیؒ اس آیت کے ذیل میں ایک روایت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں: ''خدا کی قسم! یہ آیت رجعت کے بارے میں ہے، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ بہت سے انبیاء علیہم السلام اس دنیا میں مدد نہیں کئے گئے اور قتل کر دیئے گئے؟ اُن کے بعد ائمہ ہدیٰ علیہم السلام بھی قتل کر دیئے گئے اور نُصرتِ خدا ان کے بھی شاملِ حال نہ ہوئی (لہٰذا) یہ آیت، رجعت میں تحقّق پذیر ہوگی۔''[30] یہ آیت اس چیز کا اظہار کرتی ہے کہ خداوند متعال نے وعدہ دیا ہے کہ وہ تمام انبیاء علیہم السلام اور مومنین کی اسی دنیا میں نُصرت اور مدد فرمائے گا اور کیونکہ اس طرح کی نُصرت گزشتہ زمانے میں وقوع پذیر نہیں ہوئی ہے، پس یقیناً آئندہ وقوع پذیر ہوگی، چونکہ وعدۂ الٰہی تخلّف ناپذیر ہے۔

3۔ استخلاف فی الارض کی آیت

وہ آیات جو رجعت پر دلالت کرتی ہیں ان میں تیسری آیت، سورہ مبارکہ النور کی آیت 55 ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ ...'' (55:24) ترجمہ: ''اللہ نے تم میں سے صاحبانِ ایمان اور اعمالِ صالح انجام دینے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ انہیں روئے زمین میں اسی طرح اپنا خلیفہ بنائے گا جس طرح پہلے والوں کو بنایا اور ان کے لیے اس دین کو غالب بنائے گا جسے ان کے لیے پسندیدہ قرار دیا ہے اور ان کے خوف کو امن سے تبدیل کر دے گا کہ وہ سب صرف میری عبادت کریں گے اور کسی طرح کا شرک نہ کریں گے اور اس کے بعد بھی کوئی کافر ہو جائے تو درحقیقت وہی لوگ فاسق اور بدکردار ہیں۔''

شیعہ مفسّرین کی قریب باتفاق اکثریب اس آیت کو ظہورِ حضرت مہدی علیہ السلام اور نیز بعض مفسّرین روزِ رجعت کے ساتھ تفسیر کرتے ہیں۔ مرحوم طبرسیؒ اس آیتِ شریفہ کے ذیل میں فرماتے ہیں: "بعض نے کہا ہے یہ آیت اصحابِ نبیؐ کے بارے میں وارد ہوئی ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت اُمّتِ پیغمبر اکرم ﷺ کے بارے میں ہے۔ ابن عباس، مجاہد اور اہلِ بیت علیہم السلام سے مروی قول یہ ہے کہ یہ آیت مہدیِ آلِ محمد علیہ السلام کے بارے میں ہے۔"[31]

4۔ حضرت عیسیٰؑ کی رجعت

وہ آیات جو رجعت پر دلالت کرتی ہیں ان میں دوسری آیت، سورہ مبارکہ النساء کی آیت 159 ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا" (159:4) ترجمہ: "اور اہلِ کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو اپنی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ (عیسیٰ علیہ السلام) ان پر گواہ ہوں گے۔" اس آیت کے ذیل میں تمام اہم شیعہ تفاسیر، جیسے تفسیرِ قمی[32]، تفسیرِ مجمع البیان[33]، تفسیرِ برہان[34] اور تفسیرِ صافی[35] یہ روایات نقل کرتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کے وقت تشریف لائیں گے اور حضرت مہدی علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ البتہ شیعہ عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا سے رخصت نہیں ہوئے اور ابھی زندہ ہیں، لیکن رجعت کے لیے اِس آیت سے استدلال ان اہلِ سنّت علماء کے لئے ہے جو درج ذیل آیت کے ظاہر سے استناد کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح قبض ہو گئی اور وہ دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں: "إِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا..." (55:3) ترجمہ: "جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ! بے شک میں تمہیں وفات دینے والا ہوں اور تمہیں اپنی طرف (آسمان پر) اٹھانے والا ہوں اور تمہیں کافروں سے نجات دلانے والا ہوں۔۔۔"[36]

روایات میں رجعت

رجعت کے بارے میں معصومین علیہم السلام سے جو روایات نقل ہوئی ہیں، اس قدر زیادہ ہیں کہ قطعی طور پر ان کے متواتر ہونے کو قبول کیا جا سکتا ہے۔ اس حوالے سے علمِ حدیث کی بعض ایک انتہائی بزرگ اور صاحبِ نظر شخصیت علامہ مجلسیؒ کا بیان ہے کہ: "کوئی بھی صاحبِ ایمان کس طرح دوسو (۲۰۰) کے قریب صریح احادیث کے ہوتے ہوئے، جن کو چالیس سے زائد مؤثّق اور قابلِ اعتماد علماء اور بزرگانِ دین نے اپنی پچاس (۵۰) سے زیادہ تصنیفات میں تواتر کے ساتھ ائمہ اطہار علیہم السلام سے نقل کیا ہے، شک و تردید کر سکتا ہے۔"[37] علّامہ مجلسیؒ تقریباً تینتالیس (۴۳) اشخاص کے نام ذکر کرتے ہیں کہ جن میں سلیم ابن قیس (متوفی ۹۰ ق)، حسن ابن صفار (متوفی

۲۹۰ق)، علی ابن ابراہیم قمی، استادِ ثقۃالاسلام کلینیؒ (متوفی ۳۲۸ق)، محمد ابن مسعود عیاشی (معاصرِ کلینی)، ابو عمرو کشی (معاصرِ کلینی)، شیخ صدوقؒ (متوفی ۳۸۱ق)، شیخ مفیدؒ (متوفی ۴۱۳ق)، سید مرتضٰی (متوفی ۴۳۶ق)، ابو الفتح کراجکی (متوفی ۴۴۹ق)، ابوالعباس احمد ابن عباس نجاشی (متوفی ۴۵۰ق)، شیخ طوسیؒ (متوفی ۴۶۰ق) اور سید رضی ابن طاوؤس (متوفی ۶۶۴ق) شامل ہیں۔ آپؒ مزید لکھتے ہیں کہ: ''وہ روایات جو رجعت کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اور تمام شیعہ اکابرین اور بزرگانِ دین، نسل در نسل اُن کو نقل کرتے رہے ہیں، اگر ان روایات کو متواتر تسلیم نہ کیا جائے، تو کسی بھی دوسری چیز میں تواتر کا دعویٰ کرنا ممکن نہیں ہے، اور میرے خیال میں جو شخص اس طرح کی (متواتر) روایات میں شک و تردید کا شکار ہو، تو اس نے ائمہ علیہم السلام اور دینی پیشواؤں کے بارے میں شک کیا ہے اور کوئی بھی مومنین کے درمیان سے ایسے دعوے کا اظہار نہیں کرسکتا ہے۔''[38]

اسی طرح علم حدیث کی ایک اور بڑی شخصیت مرحوم شیخ حرّ عاملیؒ اس بارے میں اس طرح فرماتے ہیں: ''کوئی شک و تردید نہیں ہے کہ رجعت کی روایات و احادیث تواترِ معنوی کی حدّ تک پہنچ جائیں، کیونکہ یہ روایات ہر اُس شخص کے لیے، جس کا دل شک و شبہ اور تقلید سے خالی ہو، یقین و قطع اور جزمِ عقلی کا موجب بنتی ہیں اور دوسری جانب یہ کہ تمام راویوں کا جھوٹ پر اکٹھے ہونا محال ہے اور نیز اسی طرح ان مذکورہ احادیث کے استقراء اور جانچ پڑتال کی بنیاد پر ان کو متواتر معنوی پایا ہے۔''[39] شیخ حرّ عاملیؒ کا دعویٰ ہے کہ: ''ہم نے اس کتاب میں چھ سو بیس (۶۲۰) سے زائد احادیث، آیات اور ادلّہ ذکر کی ہیں اور میں گمان نہیں کرتا کہ کسی بھی اصولی یا فروعی مسئلے میں اس سے زیادہ نصوص پائی جاتی ہوں۔''[40] بطور کلی، رجعت کے بارے میں منقولہ روایات کو پانچ گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

1۔ امام حسین علیہ السلام کی رجعت

پہلا گروہ اُن روایات پر مشتمل ہے، جو یہ بیان کرتی ہیں کہ سب سے پہلے دنیا کی طرف بازگشت کرنے والے امام حسین علیہ السلام ہوں گے، زید شحام امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ''أوّلُ مَن يَكرُّ فى رَجعَتِهِ الحسينُ ابن على عليهما السلام يَمْكُثُ فِي الارْضِ حَتَّى يَسقُطُ حاجِباه عَلى عَيْنَيْهِ''[41]

ترجمہ: ''پہلے شخص جو دنیا میں بازگشت فرمائیں گے، امام حسین علیہ السلام ہیں، وہ اس قدر زمین میں ٹھہریں گے کہ آپؑ کی دونوں آبروئیں آنکھوں پر آجائیں گی۔''

2۔ پیغمبر اکرم ﷺ اور حضرت علی علیہ السلام کی رجعت

دوسرا گروہ اُن روایات پر مشتمل ہے جو پیغمبر اکرم ﷺ اور حضرت علی علیہ السلام کی رجعت کے بارے میں ہیں۔ بکر ابن اعین کہتا ہے: وہ (امام محمد باقر علیہ السلام) جن کی بات میں مجھے کوئی شک و تردید نہیں ہے، انہوں

نے مجھ سے فرمایا: ''إِنَّ رَسولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم وَأميرَالمُومِنينَ علیه السلام سَيَرجعانِ''[42] یعنی: ''بے شک رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السلام عنقریب دنیا کی طرف بازگشت فرمائیں گے۔''

3۔ انبیاء علیہم السلام کی رجعت

تیسرا گروہ وہ روایات ہیں جو گزشتہ پیغمبروںؑ کی بازگشت کے بارے میں نقل ہوئی ہیں۔ عبداللہ ابن مسکان امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتا ہے کہ حضرتؑ نے قرآنِ کریم کی اِس آیتِ کریمہ: ''وَإِذْ أَخَذَ اللهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّيْنَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ ...'' (81:3) ترجمہ: ''اور اس وقت کو یاد کرو جب خدا نے تمام انبیاءؑ سے عہد لیا کہ ہم تم کو جو کتاب و حکمت دے رہے ہیں، پھر جب وہ رسولؐ آ جائے جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے تو تم سب اس پر ایمان لے آنا اور اس کی مدد کرنا...'' کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: مَا بَعَثَ اللهُ نَبِيّاً مِن لَدُن آدمَ وهَلُمَّ جَرّاً إلّا ويَرجعُ الى الدُّنيا فيَنصُرُ رَسولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم وَأميرَالمُومِنين علیه السلام''[43] یعنی: ''خداوند متعال نے آدمؑ سے لے کر (خاتم الانبیاءؐ تک) کسی بھی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا مگر یہ کہ وہ دنیا کی طرف بازگشت کریں گے اور پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علی علیہ السلام کی نُصرت کریں گے۔''

4۔ دابۃُالارض کی تفسیر

روایات کا چوتھا گروہ یہ بیان کرتا ہے کہ اُن چیزوں میں سے ایک جو قیامت سے پہلے زمین سے باہر نکلیں گی ''دابۃُ الارض'' ہے اور احادیث میں ''دابۃُالارض'' کو امیر المومنین علی علیہ السلام سے تفسیر کیا گیا ہے۔

5۔ آیاتِ رجعت کی تفسیر

روایات کا پانچواں گروہ، رجعت و بازگشت سے مربوط آیات کی تفسیر اور تشریح کرتا ہے۔ ابو خالد کابلی امام سجّاد علیہ السلام سے اِس آیتِ شریفہ: ''إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ'' (85:28) ترجمہ: ''بے شک جس نے آپؐ پر قرآن کا فریضہ عائد کیا ہے وہ آپؐ کو آپ کی منزل تک ضرور واپس پہنچائے گا۔'' کی تفسیر نقل کرتا ہے کہ امامؑ نے فرمایا: ''يَرجعُ إِلَيكم نَبِيُّكم وَأَمِيرُالمُومِنينَ علیه السلام والأئمةُ علیهم السلام''[44] یعنی: ''تم لوگوں کی طرف تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امیر المومنین علیہ السلام اور ائمہ معصومین علیہم السلام بازگشت کریں گے۔'' علّامہ مجلسیؒ بہت سی آیات نقل کرتے ہیں جن کی تفسیر ائمہ معصومین علیہم السلام کے فرامین میں رجعت سے کی گئی ہے۔[45]

رجعت، دعاؤں اور زیارات میں

مطمئن ترین منابع اور مأخذ میں سے ایک کہ جن میں رجعت کی تصریح کی گئی ہے، ائمہ معصومین علیہم السلام سے منقولہ دعائیں اور زیارات ہیں، یہاں اُن میں سے فقط بعض کے کچھ جملے پیش کرتے ہیں:

۱۔ زیارتِ جامعہ کبیرہ: ''مُعْتَرِفٌ بِكُم، مُؤمِنٌ بِإِيَّابِكُم، مُصَدِّقٌ بِرَجْعَتِكُم، مُنْتَظِرٌ لأمْرِكم، مُرتَقِبٌ لِدَوْلَتِكم''

۲۔ زیارت رسولِ خداؐ: ''إنِّي لَمِنَ القائِلِينَ لِفَضْلِكم، مُقِرٌّ بِرَجْعَتِكم''

۳۔ زیارت امام حسینؑ: ''إنِّي مِنَ المُؤمِنِينَ بِرَجْعَتِكم''

۴۔ زیارتِ وارث: ''إنِّي بِكُم مُؤمِنٌ وَبِإيَّابِكم مُوقِنٌ''

۵۔ زیارتِ اربعین: ''وأَشْهَدُ أَنِّي بِكُم مُؤمِنٌ وبِإيَّابِكم مُوقِنٌ''

۶۔ زیارت حضرت ابوالفضلؑ: ''إنِّي بِكم وبِإيَّابِكم مِنَ المُؤمِنِينَ''

۷۔ زیارتِ بقیۃ اللہؑ: ''وأَن يَجْعَلَ لِي كَرَّةً فِي ظُهُورِكَ وَرَجْعَةً فِي أَيَّامِكَ''

۸۔ زیارتِ آل یاسین: ''وإِنَّ رَجْعَتَكم حَقٌّ لَا رَيْبَ فِيهِ''

۹۔ زیارتِ رجبیہ: ''حَتَّى الْعَوْدِ إِلىٰ حَضْرَتِكم وَالْفَوْزِ فِي كَرَّتِكم''

نیز دعائے عہد، ماہ رمضان المبارک کی راتوں کی دعاؤں، دعائے افتتاح، ماہ رمضان المبارک کے بعض دنوں کی دعاؤں اور صحیفہ سجّادیہ کی بعض دعاؤں، بلکہ اکثر دعاؤں اور زیارتوں میں رجعت کا تذکرہ ہوا ہے، جبکہ اُن میں سے بعض میں ائمہ معصومین علیہم السلام کی رجعت کا اقرار اور بعض میں حضرتِ مہدی علیہ السلام کی حکومت کے زمانے میں خداوند متعال سے بازگشت اور رجعت کی دعا مانگی گئی ہے۔[46]

عقیدۂ رجعت پر اعتراضات کا تنقیدی جائزہ

''عقیدہ رجعت'' کے بارے میں اہم ترین مباحث میں سے ایک بحث ان اعتراضات کا تنقیدی جائزہ لینا ہے جو اس عقیدے کے منکرین کی طرف سے بیان کئے جاتے ہیں۔ چند اہم اعتراضات درج ذیل ہیں:

۱۔ مَن گھڑت عقیدہ

ایک اعتراض جو اہلِ سنّت کے بعض مفسّرین کی طرف سے کیا جاتا ہے، یہ ہے کہ عقیدۂ رجعت ''عبداللہ ابن سباء'' کے جعلی اور مَن گھڑت افکار کا نتیجہ ہے اور وہ ادّعا کرتے ہیں کہ اِس عقیدے کی دینی متون اور تعلیمات میں کوئی بنیاد اور اساس نہیں ہے۔ سید محمود آلوسی، سورۂ نمل، آیت ۸۳: ''وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا'' کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"میں کہتا ہوں کہ پہلا شخص جو اس عقیدۂ رجعت کا معتقد تھا، وہ عبداللہ ابن سباء تھا، لیکن اُس نے اس رجعت کی نسبت فقط پیغمبر اکرم ﷺ کی طرف دی تھی۔ پھر اس کی پیروی کرتے ہوئے دوسری صدی ہجری کی ابتداء میں جابر جعفی نے امیر المومنین علی علیہ السلام کی رجعت کا بھی کہا، لیکن اُس نے بھی اِس کا زمانہ مشخص و معین نہیں کیا اور جب تیسری صدی ہجری آئی تو مذہبِ امامیہ نے تمام ائمہؑ اور اُن کے دشمنوں کی رجعت کو ثابت کیا اور اِس کے لیے ظہور حضرت مہدی علیہ السلام کا وقت معیّن کیا اور انہوں نے اِس عقیدے پر ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی روایات سے استدلال کیا۔"[47] اسی طرح "احمد امین مصری" بھی تفکّرِ تشیُّع کے مبداءِ پیدائش کی نسبت "عبداللہ ابن سباء" کی طرف دینے کے بعد، عبداللہ ابن سباء کی مشہور ترین تعلیمات اور افکار کو وصایت (اور ولایتِ حضرت علی علیہ السلام) اور رجعت قرار دیتا ہے اور نقل کرتا ہے کہ عبداللہ ابن سباء نے کہا: "مجھے تعجّب ہے کہ کوئی شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بازگشت کی تو تصدیق کرے لیکن حضرت محمد ﷺ کی بازگشت کو جھٹلائے!"[48]

تنقیدی جائزہ

اِس اعتراض کی بنیاد "عبداللہ ابن سباء" کے وجود پر استوار ہے۔ لیکن اگر ایک ایسے شخص کا وجود ہی ثابت نہ ہو تو یہ اعتراض بے بنیاد رہ جائے گا۔ بعض مؤرّخین کے مطابق، "ابن سباء" یمن کے شہر صنعاء کا ایک یہودی شخص تھا جو تیسرے خلیفہ حضرت عثمان ابن عفّان کی خلافت کے زمانے میں ظاہری طور پر اسلام لایا، لیکن اُس کا ہدف مکر و فریب اور مسلمانوں کے درمیان تفرقہ اندازی تھا۔ اُس نے مسلمانوں کے درمیان مختلف عقائد کو رواج دیا، جن میں سے ایک عقیدۂ رجعت بھی ہے۔ لیکن اِس بارے میں بہترین اور جامع ترین تحقیق "علّامہ سید مرتضیٰ عسکریؒ" نے انجام دی ہے۔ اُن کی تحقیقات کے مطابق، ابن سباء کے مجموع راویوں کی کل تعداد بائیس نفر ہے جو سب کے سب ابن سباء کی داستان کو "سیف ابن عمرو" سے نقل کرتے ہیں۔ البتہ اِس فرق کے ساتھ کہ اُن میں سے چار افراد بغیر کسی واسطے کے اور اٹّھارہ افراد واسطے کے ساتھ "سیف" سے نقل کرتے ہیں۔ دوسری طرف سیف جو ۱۷۰ ہجری کے بعد دنیا میں آیا، خود اہلِ سنّت کی رجالی کتابوں میں اُس کی توثیق نہیں کی گئ ہے، بلکہ اُسے جھوٹ اور کفر کے ساتھ متّہم کیا گیا ہے۔ اِن میں سے یحییٰ ابن معین (متوفی ۲۳۲ق)، نسائی (متوفی ۳۰۳ ق)، ابوداؤد (متوفی ۲۷۵ ق) اور ابو حیان (متوفی ۳۵۴ ق) کے نام لیے جا سکتے ہیں۔ نیز حاکم نیشاپوری، فیروزآبادی، ابنِ حجر اور سیوطی بھی اِس کی حدیثوں کو ضعیف اور متروک سمجھتے ہیں۔[49]

بنابریں، آلوسی اور احمد امین مصری کی تمام گفتگو کا استناد، وہ روایات ہیں جو سیف ابن عمرو سے نقل ہوئی ہیں اور خود اہلِ سنّت کے علمِ رجال و حدیث کے علماء کے اظہارِ نظر کے مطابق یہ "سیف ابن عمرو" کسی قسم کی نقلِ حدیث کی

صلاحیت نہیں رکھتا اور اس کی تمام روایات ہر قسم کی تاریخی ارزش اور اہمیت سے فاقد ہیں۔ اس کے علاوہ ایک اہم سوال یہ ہے کہ اتنے دلائل کے باوجود کس طرح "عقیدہ رجعت" کو "عبداللہ ابن سباء" کے فکری تراوشات میں سے قرار دینا اور اُسے اس عقیدے کا بانی قرار دینا بذات خود ایک فکری انحراف ہے۔ اگر ایک ایسے شخص کا وجود تسلیم بھی کر لیا جائے کہ جو خلیفۂ سوّم کی خلافت کے زمانے میں اسلام قبول کرتا ہے تو اس سے پہلے خلیفۂ دوم کا پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت کے ابتدائی لمحات میں یہ قول موجود ہے کہ: "نبی اکرم ﷺ نہیں مرے اور آپؐ حتماً لوٹ کر آئیں گے، اگر کسی نے کہا کہ پیغمبر ﷺ مر گئے ہیں تو میں اُس کا سر کاٹ دوں گا۔"[50]

۲۔ قرآن کی مخالفت

ایک اور اعتراض جس کو آلوسی نے بھی بیان کیا ہے، وہ "عقیدۂ رجعت" کی آیات قرآن کے ساتھ مخالفت ہے۔ آلوسی لکھتا ہے: "جو آیاتِ قرآن اِس عقیدے (رجعت) کا انکار اور اِس کی نفی کرتی ہیں ان میں سے ایک یہ آیت ہے کہ خداوند متعال فرماتا ہے: کہنے لگا: میرے پروردگار مجھے پلٹا دے۔ شاید میں اب کوئی نیک عمل انجام دوں، جسے میں نے ترک کر دیا۔ (لیکن اُسے کہا جائے گا) ہرگز نہیں! یہ ایک بات ہے جو یہ کہہ رہا ہے اور ان کے پیچھے ایک عالمِ برزخ ہے جو قیامت کے دن تک قائم رہنے والا ہے۔" (23:99-100) آلوسی آگے چل کر لکھتا ہے: "اِس آیت اور قرآن کریم کی دیگر آیات کے مطابق، خداوند متعال دنیا کی طرف بازگشت کی نفی کرتا ہے، بالخصوص آیت شریفہ کا آخر بطورِ مطلق رجعت کے نہ ہونے میں ظہور رکھتا ہے، اگرچہ اصلِ رجعت ممکن اور خداوند کی قدرتِ مطلقہ کے ماتحت ہے، لیکن بحث اُس کے واقع ہونے میں ہے، جس کی قرآن نفی کرتا ہے۔"[51]

تنقیدی جائزہ

اِس اشکال کا منشاء رجعت کے بارے میں شیعہ کے درست عقیدے سے عدمِ آگاہی ہے، کیونکہ جس رجعت اور بازگشت کا شیعہ عقیدہ رکھتے ہیں، وہ یہ ہے کہ مؤمنوں کا مخصوص گروہ اور ظالموں و کافروں کا مخصوص گروہ، حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کے وقت اپنے پروردگار کے اِس وعدے کو پورا کرنے کے لیے کہ امام زمانہ علیہ السلام کی نُصرت و مدد اور اُن کی حکومت کو درک کرنے کا ثواب اور نیز تاریخ کے ستمگروں، ظالموں اور کافروں سے انتقام لیے جانے کے لیے پلٹایا جائے اور اس طرح کی بازگشت، مذکورہ بالا آیت شریفہ میں موردِ انکار واقع نہیں ہوئی ہے، بلکہ سورۂ مومنون کی آیت ۹۹ اور ۱۰۰ اُن بعض مشرکین کی، جو اپنے ننگین اور گھٹیا اعمال کی اصلاح کے لیے پلٹنا چاہتے ہیں، بازگشت کا شدیداً انکار کرتی ہے۔ بنابریں، آیتِ شریفہ ایک خاص قسم کی بازگشت کی نفی کرتی ہے کہ جس کا شیعوں کے "عقیدۂ رجعت" سے کوئی تعلّق نہیں ہے۔ نیز یہ کہ مذکورہ بالا آیت،

رجعت کی نفی میں بطورِ کلی کسی بھی طرح کی عمومیت نہیں رکھتی کہ شیعوں کی اصطلاحی رجعت کو شامل ہو سکے، لہٰذا اصطلاحی رجعت سے اس کا کوئی تعلّق نہیں ہے۔

۳۔ ہدفِ قیامت سے منافات

بعض اصلِ رجعت کو ممکن تو سمجھتے ہیں، لیکن اِس کے وقوع پذیر ہونے سے قیامت کو، جو کہ دین کے مسلّمہ اور قطعی اصول میں سے ایک ہے، بے فائدہ خیال کرتے ہیں؛ کیونکہ دنیا میں رجعت کے بعد ظالموں اور جابروں کے مجازات اور مومنوں کے اجر و ثواب کے ساتھ، قیامت کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی؟

تنقیدی جائزہ

اِس اعتراض کے جواب میں کہہ سکتے ہیں کہ: اوّلاً: اگر دنیا میں تھوڑے سے افراد کا مجازات ہونا، قیامت کے بے فائدہ ہونے کا باعث ہو سکتا ہے، تو لازم آتا ہے کہ شرعی حدود کا اجراء بھی اسی قسم کا ہو، جبکہ ایسا نہیں ہے اور کسی نے اس طرح کا دعویٰ بھی نہیں کیا ہے۔ ثانیاً: آیات و روایات کی بنیاد پر رجعت عمومی نہیں ہے، بلکہ تھوڑے سے لوگ بازگشت کریں گے اور مجازات ہوں گے۔ جبکہ رجعت اُس صورت میں قیامت کے بُطلان کا موجب ہے کہ عمومی پہلو رکھتی ہو۔ ثالثاً: دُنیوی عذاب، ستمگروں اور ظالموں کے جرم و جنایات کے متناسب اور برابر نہیں ہے، نیز رجعت کے بعد جو عذاب چکھیں گے وہ بھی قیامت کے عذاب کے مقابلے میں بہت کم اور ناچیز ہے، بلکہ وہ اپنے ظلم و ستم کے متناسب اور واقعی عذاب کو روزِ قیامت ہی دیکھیں گے۔

۴۔ سنّتِ الٰہی کی مخالفت

بعض یہ کہتے ہیں کہ رجعت، سنّتِ الٰہی کے برخلاف ہے، کیونکہ سنّتِ الٰہی یہ جاری و ساری رہی ہے کہ انسان رُشد و پیشرفت کے راستے پر رحمِ مادر سے دنیا میں متولّد ہو اور کچھ مدّت کے بعد اس جہان سے آنکھیں بند کر لے اور پھر دوبارہ قیامت کے دن زندہ ہو۔

تنقیدی جائزہ

قرآنِ کریم سے گزشتہ اُمّتوں کے متعدّد نمونے ملاحظہ کرنے کے بعد، اس طرح کے کسی اعتراض کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی، کیونکہ قرآنِ کریم صراحت کے ساتھ اُن لوگوں کا ذکر کرتا ہے، جو مرنے کے بعد قیامت سے پہلے دوبارہ زندہ ہوئے ہیں۔

نتیجہ بحث

بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ رجعت، خالص مؤمنین کی ایک جماعت اور محض و خالص کافرین کی ایک جماعت کی دنیا میں قیامت برپا ہونے سے پہلے، حضرتِ مہدی علیہ السلام کے ظہور بازگشت ہے، تاکہ مؤمنین اُن کی عالمی اور جہانی حکومت کا مشاہدہ کرکے خوشحال اور کافرین موردِ انتقام اور عذاب واقع ہوں۔اُن دلائل کی روشنی میں جو بیان ہوئیں، رجعت قطعی ہے۔ شیعہ علماء کا اس پر اتفاق و اجماع ہے اور "عقیدہ رجعت" مذہبِ شیعہ کی خصوصیات میں سے ہے۔ قریب بہ اتفاق شیعہ علماء کی نظر میں رجعت، مؤمنوں کے ایک خاص گروہ کی اَجر و پاداش حاصل کرنے اور حضرتِ مہدی علیہ السلام کی حکومت درک کرنے اور کافروں کی ایک جماعت کی عذاب کا مزہ چکھنے اور انتقام دیکھنے کے لیے حضرتِ مہدی علیہ السلام کے قیام کے وقت بازگشت ہے۔

*****

حوالہ جات

1۔ مبارک بن محمد ابن اثیر جزری، *النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر*، تحقیق: محمد الطناحی و طاہر احمد الزاوی، ج2، (قم، اسماعیلیان، 1367ش)، 202؛ محمد ابن مکرم ابن منظور، *لسان العرب*، ج5، (قم، نشر ادب الحوزۃ، 1405ق)، 148۔

2۔ محمد باقر مجلسیؒ، *بحار الانوار*، ج53، (بیروت، مؤسسۃ الوفاء، 1403ق)، 122-123۔

3۔ خلیل ابن احمد الفراہیدیؒ، *کتاب العین*، تحقیق: ڈاکٹر مہدی مخزومی وڈاکٹر ابراہیم سامرائی، ج1 (بیروت، موسسہ دار الہجرۃ، 1409ق)، 226۔

4۔ فخر الدین بن محمد، الطریحیؒ، *مجمع البحرین*، تحقیق: احمد حسینی اشکوری، ج4 (تہران، مکتبۃ الرضویۃ، 1375ش)، 333۔

5۔ محمد ابن محمد ابن نعمان شیخ مفیدؒ، *اوائل المقالات*، (بیروت، دار المفیدؒ، 1414ق)، 50۔

6۔ مجلسیؒ، ج53، *بحار الانوار*، 52۔

7۔ محمد ابن علی شیخ صدوقؒ، *معانی الاخبار*، (قم، جامعۃ المدرسین، 1338ش)، 366؛ محمد باقر مجلسیؒ، *بحار الانوار*، ج53، 63۔

8۔ سید محمد حسین الطباطبائیؒ، *المیزان فی تفسیر القرآن*، ج12 (قم، دفتر انتشارات اسلامی، 1417ق)، 23-24۔

9۔ ایضاً، 121۔

10۔ عبداللہ، شبّرؒ، *حق الیقین فی معرفۃ اصول الدین*، ج2 (بیروت، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، 1418ق)، 335۔

11۔ سید عدنان البکاء، *الامام المہدی المنتظرؑ*، 3308۔

12۔ سید محسن خرازی، *بدایۃ المعارف الالھیۃ*، ج2، (قم، جامعۃ المدرسین، 1418ق)، 168۔

13۔ محمد ابن حسن الشیخ الطوسیؒ، *الغیبۃ*، تحقیق: شیخ عباد اللہ تہرانی و شیخ علی احمد ناصح، (قم، مؤسسہ معارف اسلامی، 1411ق)، 422۔

14۔ سید ہاشم البحرانیؒ، *البرہان فی تفسیر القرآن*، تحقیق و نشر: مؤسسہ البعثۃ، ج4، (قم، بنیاد بعثت، 1416ق)، 536۔

15۔ مجلسیؒ، *بحار الانوار*، ج53، 64۔

16۔ شیخ عباس، قمیؒ، *سفینۃ البحار و مدینۃ الحکم والآثار مع تطبیق النصوص الواردۃ فیہا علی بحار الانوار*، ج3، (قم، دار الاُسوۃ، سن ندارد)، 315۔

17۔ مجلسی، *بحار الانوار*، ج53، 91۔

18۔ عبداللہ ابن عمر، البیضاوی، *انوار التنزیل و اسرار التاویل*، تحقیق: محمد عبدالرحمٰن المرعشلی، ج1 (بیروت، دار احیاء التراث العربی، 1418ق)، 63۔

19۔ محمود ابن عمر الزمخشری، *الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل*، ج1، (ریاض، انتشارات عبیکان، سن ندارد)، 271۔

20۔ جلال الدین السیوطی، *الدّر المنثور فی التفسیر بالماثور*، ج1، (بیروت، دار الفکر، سن ندارد)، 329۔

21۔ ایضاً، ج1، 170۔

22۔ اسماعیل ابن کثیر دمشقی، *تفسیر القرآن العظیم*، ج1 (بیروت، دار الکتب العلمیۃ، 1419ق)، 97۔

23۔ محمد ابن عمر، فخر رازی، *مفاتیح الغیب*، ج3، (بیروت، دار الاحیاء التراث العربی، 1420ق)، 86۔

24۔ الایقاظ من الھجعۃ بالبرھان علی الرجعۃ، ابواب 2و4و5۔

25۔ فضل ابن شاذان نیشاپوریؒ، *الایضاح*، (تہران، دانشگاہِ تہران، سن ندارد)، 381-427۔

26۔ محسن فیض کاشانیؒ، *تفسیر الصافی*، تصحیح و تعلیق: الشیخ حسین الاعلمی، ج4، (تہران، مکتبۃ الصدر، 1416ق)، 74-75۔

27۔ البحرانیؒ، *البرہان فی تفسیر القرآن*، ج6، 36۔

28۔ الفضل ابن الحسن الطبرسیؒ، *مجمع البیان فی تفسیر القرآن*، تحقیق و تعلیق: لجنۃ من العلماء والمحققّین، ج10، (بیروت، مؤسّسہ الاعلمی، 1415ق)، 450۔

29۔ الطباطبائی، المیزان فی تفسیر قرآن، ج15، 567-569۔

30۔ کاشانیؒ، *تفسیر الصافی*، ج4، 354۔

31۔ الطبرسی، *مجمع البیان*، ج4، 152۔

32۔ علی ابن ابراہیم قمیؒ، *تفسیر القمی*، ج1، (قم، مؤسسہ دار الکتاب للطباعۃ والنشر، 1404ق)، 158۔

33۔ الطبرسی، *مجمع البیان*، ج3، 211۔

34۔ البحرانی، *البرہان فی تفسیر القرآن*، ج2، 197۔

35۔ کاشانیؒ، *تفسیر الصافی*، ج1، 518۔

36 ۔ دیکھیے: دمشقی، *تفسیر القرآن العظیم*، ج2، 29؛ البیضاوی، *انوار التنزیل واسرار التاویل*؛ ج2، 19۔

37۔ مجلسی، *بحار الانوار*، ج53، 122۔

38۔ ایضاً، 123۔

39۔ *الایقاظ من الھجعۃ بالبرھان علی الرجعۃ*، 23۔

40۔ ایضاً، 460۔

41۔ ایضاً، 358۔

42۔ ایضاً، 379۔

43۔ ایضا، 332؛ مجلسی، بحار الانوار، ج53، (باب رجعت)، احادیث 9-20-23 اور 66۔

44۔ حسن ابن سلیمان الحلی، *مختصر البصائر*، تحقیق: مشتاق المظفر (قم، مؤسسۃ النشر الاسلامی التابعۃ لجماعۃ المدرسین، 1321ھ ق) 341۔

45۔ مجلسی، *بحار الانوار*، ج53، باب رجعت۔

46۔ محمد رضا طبسی نجفی، *شیعہ ورجعت*، مترجم: سید محمد میر شاہ ولد، (بخش ادعیہ وزیارات)، (قم، جمہوری، 1384ش)

47۔ سید محمود آلوسی بغدادی، *روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی*، ج20، (بیروت، دار الکتب العلمیۃ، 1415ق)، 27۔

48۔ محمد رضا، ضمیری، *رجعت از دیدگاہ عقل ونقل*، (قم، مجلّہ موعود، شمارہ1، 1376ش)، 60۔

49۔ سید مرتضٰی عسکریؒ، *عبداللہ ابن سبا واساطیر اخری*، ج1، (تہران، المجمع العلمی الاسلامی، 1417ق) 35-37۔

50۔ محمد ابن اسماعیل، البخاری، *صحیح البخاری*، ج4، (بیروت، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، سن ندارد)، 193-194؛ ابو محمد علی ابن احمد ابن حزم، *المحلّیٰ*، تحقیق: الشیخ احمد محمد شاکر، ج10 (بیروت، دار الفکر، سن ندارد)،۔

51۔ آلوسی بغدادی، *روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی*، ج20، 27

Bibliography

1) Abdullah b. Umar Baydhawi, *Anwār al-Tanzīl wa Asrar al-Ta'wīl*, vol 1. Beirut: *Dar al-Kutub al-Ilmiyah*, 1418 AH.
2) Abdullah Shabbar. *Haq al-Muttaqīn*, vol. 2.
3) Abu Muhammad Ali b. Ahmad b. Hazm, *Al-Muhallā*, vol. 10. Beirut: *Dar al-Fikr*, nd.
4) Al-Bahrani, Sayyid Hashim, *Al-Burhān fi Tafsīr al-Quran*, vol. 4. Qum: *Bunyad Ba'that*, 1416 AH.
5) Al-Baydhawi, Abdullah b. Umar, *Anwār al-Tanzīl wa Asrar al-Ta'wīl*, vol. 2. Beirut: *Dar Ahya al-Turāth al-Arabi*, 1418 AH.
6) Al-Tabatabai, Sayyid Muhammad Husyn, *Al-Mizān fi Tafsīr al-Quran*, vol. 12. Qum: *Daftar-e Intisharat-e Islami*, 1418 AH.
7) Al-Tabrisi, al-Fadl b. al-Hasan, *Majma' al-Bayān fi Tafsīr al-Quran*, vol. 10. Beirut: *Mua'ssasa al-Aa'lami*, 1415 AH.
8) Baghdadi, Sayyid Mahmood Alusi, *Ruh al-Maā'ni fi Tafsīr al-Quran* al-Azeem wa Saba' Mathāni, vol. 20. Beirut: *Dar al-Kutub al-Ilmiyah*, 1415 AH.
9) Fadl b. Shazān Nishapuri, *Al-Idhah*. Tehran: Tehran University, nd.
10) Fakhr al-Dīn al-Tarihi, *Majma' al-Bahrain*, vol. 4. Tehran: *Maktaba Rizviyyah*, 1375 SH.
11) Hasn b. Sulaiman Hilli, *Mukhtasar al-Basā'ir*. 1321 AH.
12) Ibn-e Kathīr, Ismael b. Amr Damishqi. *Tafsīr al-āuran al-Azeem*, vol. 2 & 1. Beirut: *Dar al-Kutub al-Ilmiyah*, 1419 AH.
13) Jalal al-Din Syuti, *Al-Dur al-Manthūr fi Tadsīr bi al-Mathūr*, vol.1. Beirut: Dar al-Fikr, nd.

14) Khalīl b. Ahmad al-Farahidi, *Kitab al-Ayn*, vol. 1. Beirut: *Dar al-Hijrah,* 1409 AH.
15) Mahmood b. Umar al-Zamakhshari, *Al-Kashshāf un Haqai'q al-Tanzīl fi wujoh al-Tawīl*, vol. 1. Riyadh: *Intisharāt Abiqān*, nd.
16) Muhammad b. Ali Shaikh Sadūq, *Maā'ni al-Akhbar*. Qum: *Jamiah al-Mudarrisīn*, 1338 AH.
17) Muhammad b. Athīr Jazri, *Al-Nihayah fi Gharīb al-Hadith wa al-Athar,* Vol. 2. Qum: *Ismaeliyān*, 1367 SH.
18) Muhammad b. Hasan al-Shaikh Tusi, *Al-Ghaibah*, Qum: *Mua'ssasa Maā'rif Islami,* 1411 AH.
19) Muhammad b. Ismael al-Bukari, *Sahih al-Bukhari*, vol. 4. Beirut: *Dar al-Fikr,* nd.
20) Muhammad b. Muhammad b. Nou'man Shaikh Mufīd, *Awae'il al-Muqalāt*. Beirut: *Dar al-Mufīd*, 1414 AH.
21) Muhammad b. Mukarram Ibn-e Mazoor, *Lisān al-Arab*, vol. 5. Qum: *Nashr Adab al-Hawza*, 1405 AH.
22) Muhammad b. Umar. Fakhr Razi, *Mafatih al-Ghaib*, vol. 3. Beirut: *Dar al-Ahya al-Turāth al-Arabi*, 1420 AH.
23) Muhammad Baqir Majlisi, *Bihār al-Anwār*, vol. 53. Beirut: *Mua'ssasa al-Wafa*', 1403 AH.
24) Muhammad Reza Dhamiri, *Raja't az Dīdgah-e Aql wa Naql,* Qum: *Majalla Mao'ud*, 1376 SH.
25) Muhsin Faiz Kashani, *Tafsīr al-Shafi*, vol. 4. Annotated by al-Shaikh Husyn al-Aa'lami. Tehran: *Maktaba al-Sadr*, 1416 AH.
26) Qummi, Ali b. Ibrahim, *Tafsīr al-Qummi*, vol. 1. Qum: *Mua'ssasa Dar al-Kutub li Tabaa'h wa al-Nashr,* 1404 AH.
27) Sayyid Adnan al-Baka, *Al-Imam al-Mahdi al-Muntazar*.nd.
28) Sayyid Muhammad Mīr Shah Wald, *Shia wa Raja't*
29) Sayyid Muhsin Kharazi, *Bidayah al-Maā'rif al-Ilahiyyah*, vol. 2. Qum: *Jamiah al-Mudarrisīn*, 1418 AH.
30) Sayyid Murtada Askari, Abdullah b. *Sabā wa Asatīr-e Ukhrā*, vol. 1. 1417 AH.
31) Shaikh Abbas Qummi, *Safinah al-Bihār*, vol. 3. Qum: *Dar al-Uswa*, nd.